ہو الغفور الرحیم
رسالہ در تحقیق زبان اردوے معلے موسوم بنام تاریخی
زبان ریختہ
۱۲۷۵
مولوی عبد الغفور خان صاحب
بصحت تمام وحسن اہتمام وسی ... خیر انجام
در مطبع نامی منشی نولکشور میں بزیور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بعد حمد و صلوٰۃ حرف غلط صفحۂ ہستی نقش باطل کارگاہ بلندی و پستی عبد الغفور نساخ
سخن پروران گرامی فن و زبان آوران عالی سخن کی خدمت مین عرض رسا ہے
کہ جب سے اس سوختہ تجلی کدہ طور معانی کے دلمین لمعۂ شوق شعر و سخن شعلہ زن ہوا اور
آفتاب ذوق مضامین بلند اس ذرہ بیمقدار کے ساحت دل پر پرتو افگن ہوا شعراے
متقدمین و متاخرین زبان اردو کے اشعار دیکھنے لگا انکی زبان اور محاورے مین بہت
فرق پایا گیا بے تحقیق کمر ہمت چست باندہی خوب تفتیش کی برسون اسی فکر مین رہا
ایک عمر کو برباد کیا آخر جب بہت سے دیوان اور تذکرے نظر سے گذرے بہت سی کتابین
دیکھین بیشتر مسئلے اسکے حل ہوگئے بہت سی باتین معلوم ہوگئین تب جیمین آیا کہ زبان اردو
کی کیفیت کو ولسے زبان پر لاؤن کہ اردو کس زبان کو کہتے ہین اور وجہ تسمیہ اسکی کیا ہے
اور نظم اردو کو ریختہ کیون کہتے ہین اور کب سے یہ زبان اقلیم ہند مین مروج ہوئی ہے
اور کیونکر اصل ہندی مین تصرف ہوتا گیا اور کسطرح پر تغیر و تبدل واقع ہوا اور کس عہد کے
شعرا کی زبان کا کیا طرز تھا پس معلوم ہو کہ زبان اردو کو اردو کیون کہتے ہین اسکی وجہ
تسمیہ کو بعضون نے اسطرح پر لکھا ہے کہ زبان فارسی و ترکی مین اردو لشکر کو کہتے ہین
اور چونکہ یہ زبان لشکری حضوری و ایستادگان پایۂ تخت شاہی کے زبان پر جاری
ہوئی اسلیئے اس زبان کا نام اردو پڑگیا چنانچہ صاحب دستور شگرف نے بھی جب مقام مین

تو

توضیح اقسام زبان پارسی کی بیچ زبان دری کی تعریف مین یہ بات لکہی ہے
کہ جس زبان مین حاضران و باریابان درگاہ سلاطین گفتگو کرتے تہے اوس زبان کو درگہ
سلطان کی طرف منسوب کرکے دری کہتے ہین یہی حال زبان اردو کے اردو نام
پڑنے کا بہی ہے اور بعضون نے نظم اردو کے ریختہ کہلانیکی وجہ تسمیہ کو اسطرح بیان
کیا ہے کہ معمار لوگ محاورے مین ریختہ اوس مصالحہ کو کہتے ہین جسکو واسطے استحکام
در و دیوار کے چند اجزا مخلوط کرکے بناتے ہین اور چونکہ زبان اردو کے نظم مین بہی
الفاظ عربی مثل اللہ و رسول و فارسی مثل دل و زبان و ترکی مثل چاقو و باورچی و
عبرانی مثل یوسف و ہارون و یونانی مثل کیمیا و قرطاس و اصطرلاب و ہندی مثل
پتہر و پتلا و اٹکل و سنسکرت مثل موتی دانت پہالو و زبان ٹامل مثل ار یعنی آتش
و زبان تلنگ مثل بڑا جو کدو و ماش وغیرہ چیزون سے کہانیکے لیئے بناتے ہین و زبان
گجرات مثل تہپا یعنی خوردے و زبان چین مثل لیچی یا لیچو میوہ معروف و زبان ملائی
مثل گدام و زبان امریکا مثل تنباکو کی ترکیب ہے اسلیئے اسکا نام ریختہ رکہا گیا ہے
زبان اردو روزمرہ شہر دہلی کو کہتے ہین اوس شہر مین قدیم الایام سے برج زبان
ہندی مروج تہی ہر شخص اوسی بولی مین کلام کرتا تہا جب سنہ ۵۸۹ پانسو اٹہاسی ہجری مین سلطان معز الدین مشہور
بہ شہاب الدین محمد غوری نے ملک ہند پر چڑہائی کی اہل ہند کو شکست دی
پتہورا کا کام تمام کیا تمام ملک ہند سلاطین غور کے قبضۂ اختیار مین آیا رفتہ رفتہ زبان
قدیم مین لفظ فارسی عربی و ترکی ملتا گیا اوس عہد مین حضرت امیر خسرو دہلوی نے
کہ انتقال اونکا ۷۲۵ سات سو پچیس ہجری مین واقع ہوا ہے بہت سے شعر ملمع کی کہے ہین چنانچہ یہ شعر اونکا

زحال مسکین مکن تغافل دورائے نیناں بنائے بتیاں	کہ تاب ہجران ندارم اے جان نہ لیہو کاہے لگائے چہتیاں

جب محمد شاہ بن تغلق شاہ سریر آرائے سلطنت ہوئے ظلم و ستم مین انکا شہرہ ہوا
باشندگان دہلی پر یہ ایک تازہ ظلم کیا کہ اونکو شہر مین رہنے نہ دیا دیوگیر معروف
بدولت آباد مین بہیجدیا اور پہر قبل اپنی سلطنت کے زوال کے اون لوگون کو دہلی مین

منگوایا اس نقل وحرکت کے باعث بہت سے الفاظ دکہنی بہی زبان دہلی مین
مل گئے زبان مین ایک نقص پیدا ہوا اور یہی انداز گفتگو آخر عہد جہانگیر شاہ تک رہا لیکن
جب شاہجہان بادشاہ نے ایکہزار اٹہاون ہجری مین شاہجہان آباد کو آباد کیا اور شہر قدیم
کہ دہلی اندرپت مین تہا معطل ہو کر ملقب بشہر کہنہ و قلعہ کہنہ ہوا شاہجہان آباد مین اطراف
وجوانب عالم سے ہر قسم کے ذی علم اور صاحب استعداد اور قابل لوگ آکر مجتمع ہوے
قدیم ہندی متروک ہونے لگی محاورے مین فرق ہونے لگا زبان اردو کی ترقی شروع ہوئی
تو بہی دکہنی لفظونکا استعمال رہا کیا اور سبب اسکا یہ تہا کہ جو لوگ ہمرکاب سلاطین ممالک
دکہن کو جاتے تہے اشعار شعرای دکہن مثل احسن و احمد و اشرف و جعفر و خوشنودی و سالک
و سعدی و عزیز اللہ و فضلی و لطفی و محمود و نقی و ہاشم کے لاتے تہے اور وہ اشعار مطبوع طبع
باشندگان شاہجہان آباد ہوتے تہے اسی طرح الفاظ دکہنی رواج پاتے تہے شعرای مذکورہ
بالا کے چند شعر یہ ہین

احسن

جب سے سفر پی نے کیا ہے تب سے غریب آوارہ ہون
یا ہیگ پی آیا کرین یا مجہکو لین بلوا ہی کر

احمد

بہرین نین کی چہگلان صبوری سات ہے توشہ
مگر بست کی باندہی اور پیت کی باٹ پر نکلے

اشرف

پیا بن ہی تن مین اگن بہایا ہے جو ہونی ہو سو ہو
بہبہوتا تپ چہونکا انگ لایا ہے جو ہونی ہو سو ہو

جعفر

غمزان سے دیکہو شوخ مجہے مار کر چلے
مجروح تسپہ راہ متی ٹہار کر چلے

خوشنودی

سب رین جاگے سیج پر تو بہی سجن آیا نہین
چپ چپ کے دیکہی باٹ مین درسن کو دکہلایا نہین

سالک

پہرون بہوش مین گئین برہنہ پا بدل پہرے
لیکن یہ جہو تمن پیارے کہ سالک کو لبہاتا نا

مرا دل مجھسے کرکے بیوفائی	پسند خاطر خوبان ہوا ہے
اک دل نہین آرزو سے خالی	ہر جا ہے محال اگر خدا ہے
بس ولی رہنے کو دنیا مین مقام عاشق	کوچۂ زلف ہے یا گوشۂ تنہائی ہے

یہ شخص عالمگیر بادشاہ کے آخر عہد مین اورنگ آباد سے دار الخلافت مین آیا تھا اور اسکے عہد سے شاہجہان آباد مین ریختہ شعر کہنے کا رواج ہوا اور بیشتر صاحب علم او موزون طبعون نے اس زبان مین شعر کہا ہے چنانچہ میر معز موسوی خان فطرت ذکر کیا جاتا ہے موسوی قسم سے تھے اور سنہ ۱۱۰۱ گیارہ سو ایک ہجری مین وفات پائی تھی اور شاعر کامل مرزا عبد القادر بیدل مرحوم نے بھی کہ سنہ ۱۱۳۳ گیارہ سو تینتیس ہجری مین انتقال کیا اور مرزا عبد الغنی بیگ قبول نے بھی کہ سنہ ۱۱۳۹ گیارہ سو انتالیس ہجری مین قضا کی اس زبان مین شعر کہے ہین چنانچہ ان کے شعر لکھے جاتے ہین

فطرت

از زلف سیاہ تو بدل دہوم پڑی ہے	در خانۂ آئینہ گہٹا جہوم پڑی ہے

بیدل

مت پوچھو دل کی باتین وہ دل کہان ہے ہم مین	اس تخم بے نشان کا حاصل کہان ہے ہم مین
جب دل کے آستان پر عشق آن کر پکارا	پردے سے یار بولا بیدل کہان ہے ہم مین

عبد الغنی بیگ قبول

دل یون خیال زلف مین پھرتا ہے نعرہ زن	تاریک شب مین جیسے کوئی پاسبان پھرے

پھر لطیف محمد شاہ بادشاہ کے اوائل عہد یعنی سنہ ۱۱۳۳ گیارہ سو تینتیس ہجری مین جب دیوان ولی کا شاہجہان آباد مین آیا اسکی شہرت ہوئی ہر جگہ مشہور ہوا سبھون نے اسکو دیکھا بالا رواج ریختہ گوئی کا بہ نسبت سابق کے بہت زیادہ ہوگیا اس عہد کی سخن وران نامی و شگفتہ پردازان گرامی نجم الدین آبرو معروف بشاہ مبارک شرف الدین علیخان پیام شیخ ظہور الدین حاتم جعفر علی خان زکی میر سجاد محمد شاکر ناجی ہین یہ اشعار اونکے ہین

آبرو

کیون چھپا ظلمت مین گر اوس سے نہ شرمندہ تھا	جان کچھ پانی مری ہے چشمۂ حیوان کے بیچ

نذر دیسے لیکے دل وہ جعد مشکین
اگر باور نہو تو مانگ دیکھو

پیام

بات منصور کو فضولی ہے
وارنہ عاشق کو آہ سولی ہے

حاکم

آتا ہے اب تنسہ کے طرف جی کبھو کبھو
ساقی نگاہ مست ادھر بھی کبھو کبھو

تم تو بیٹھے ہوئے پہ آفت ہو
اوٹھہ کھڑے ہو تو کیا قیامت ہو

مفلسی اور داغ اے حاتم
کیا قیامت کرے جو دولت ہو

پیری مین آج یار مرا ہمکنار ہے
ساقی شتاب آکہ خزان مین بہار ہے

سب خوشی اس دور مین ہین سب حاکم
اندنون کیا شراب سستی ہے

سر کو پٹکا ہے کبھو سینہ کبھو کوٹا ہے
ہمنے شب ہجر کی دولت سے مزا لوٹا ہے

برہمن اوٹھہ بتون سے مجھے رام رام ہے
زاہد تری طرف کو میرا سلام ہے

رنگی

سنکے احوال مرا نالہ مشفق نے کی
ہاتھ سے ہاتھ ملے حیف سے سینہ کوٹا

سجاد

لب شیرین پہ اوسکے مرتا ہون
زندگی اپنی تلخ کرتا ہون

جب ہم آغوش یار ہوتے ہین
سب فرشتے درکنار ہوتے ہین

بتونکے تئین کسقدر مانتا ہے
یہ کافر مرا دل خدا جانتا ہے

ناجی

ماہرو جب سفید پوش ہوا
ہر طرف چاندنی کا جوش ہوا

ترے رخسار کے پہ تو سے شوخ
پری خانہ ہوا گھر آرسی کا

غم نہین گر دلبری سے دل کو لیجاتا ہے وہ
پاس پھر سے تب تو آتا ہے جو دل پاتا ہے وہ

ان بتون کو ہم فقیرون نے کہو کیا کام ہے
یہ تو طالب زر کے ہین اور یان خدا کا نام ہے

غرض غصہ مین کبھی ایک وفا کی نسنے
ہٹ پہ آجائے وہ کافر تو خدا کی نسنے

لیکن ان سبھو مین افصح ظہور الدین حاتم تہا اوسنے ایک دیوان زبان قدیم مین دوسرا دیوان
سے ہدیوان زادہ زبان جدید مین یادگار ہے اسکے بہت سے ناجی شاگرد تہے سب مین
ممتاز مرزا رفیع سودا تہا قصیدہ خوب کہتا تہا اور اوسکو بڑا فروغ ہوا تہا غرض محمد شاہ
بادشاہ کے عہد مین نظم ہندی کا بڑا رواج ہوا اور بیشتر اہل علم ریختہ کہنے لگے مگر کسینے محاورہ
قدیم کو ترک کیا نہین اخر مرشد کامل ہادی آگاہ دل حضرت میرزا مظہر جانجانان
رحمۃ اللہ علیہ نے زبان قدیم کی اصلاح کی یعنی پہلے حضرت ہی نے بہ تتبع اشعار
فارسی زبان ریختہ کو الفاظ غیر مانوس سے خالی کیا اور ترکیب خوب و بندش مرغوب
سے نیا جلوہ دکہلایا اور حضرت خواجہ میر درد علیہ الرحمۃ و میر محمد تقی و میرزا سودا
و میرزا جعفر علی حسرت نے بہی اور اور جزوی آرایش و پیرایش دیکے زبان قدیم
مین تصرف کیا کہ ایک طرز جدید پیدا ہوا یعنی لفظ ستی سے حرف تے اور لفظ ایدہر
اور لفظ پیر یعنی باز وغیرہ سے حرف یا اور لفظ اودہر اور آونا اور جیونا وغیرہ سے
حرف واو کو نکال دیا اور باتان اور راتان وغیرہ الفاظ کے علامت جمع کو واو
نون سے بدل دیا و بتیم و درسن و پالی و درین و سانجہ و بچپیرہ و الگن و جگن وغیرہ
الفاظ کو ترک فرمایا اور اوسی زبان مین قلندر بخش جرأت و غلام ہمدانی مصحفی
و انشاء اللہ خان و میر حسن دہلوی و نصیر دہلوی وغیرہ شعرای دہلی و لکھنؤ شعر کہتے
رہے چنانچہ اشعار مرقومہ ذیل سے ظاہر ہوگا

مظہر

گرچہ الطاف کے قابل یہ دل زار نتہا	لیکن اس جور وجفا کا بہی سزاوار نتہا
لوگ کہتے ہین ہوا مظہر بیکس افسوس	کیا ہوا اوسکو وہ اتنا بہی تو بیمار نتہا
توفیق دے کہ شور سے الدم وہ چپ رہے	آخر مرا یہ دل ہے الٰہی جرس نہین
اگر ملیے تو خفت ہے نہ ملیے تو قیامت ہے	غرض نازک مزاجونکی محبت سخت آفت ہے

درد

تہمت چند اپنے ذمے دہر چلے	کسلیے آئے تہے ہم کیا کر چلے

شمع کے مانند ہم اس بزم میں — چشم نم آئے تھے دامن تر چلے

ساقیا یاں لگ رہا ہے چل چلاؤ — جب تلک بس چل سکے ساغر چلے

زندگی ہے یا کوئی طوفان ہے — ہم تو اس جینے کے ہاتھوں مر چلے

درد کچھ معلوم ہے یہ لوگ سب — کس طرف سے آئے تھے کیدھر چلے

میر

گرچہ آوارہ جوں صبا ہیں ہم — لیک لگ چلنے میں بلا ہیں ہم

اے بتاں اسقدر جفا ہم پر — عاقبت بندۂ خدا ہیں ہم

سرمہ آلودہ مست رکھا کر چشم — دیکھ اس شوخ سے خفا ہیں ہم

سب ہے تک سو سب تن مجروح — تیرے کشتوں میں میرزا ہیں ہم

آستاں پر ترے ہی گذری عمر — اسی دروازے کے گدا ہیں ہم

تیرے کوچہ میں تا بگر رکھا — کشتۂ منت وفا ہیں ہم

کوئی خواہاں نہیں ہمارا ہم — گویا جنس ناروا ہیں ہم

سودا

گل پھینکے ہے اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی — اے خانہ برانداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اے ابر قسم ہے تجھے رونے کی ہمارے — ٹپکا تری آنکھوں سے کوئی لخت جگر بھی

اے نالۂ صد افسوس جواں مرنے پہ تیرے — دیکھا نہ کبھی تونے ذرا اودھی اثر بھی

کس ہستی موہوم پہ نازاں ہے تو اے یار — کچھ اپنی شب و روز کی ہے تجھکو خبر بھی

تنہا ترے ماتم میں نہیں شام سیہ پوش — رہتا ہے سدا چاک گریبان سحر بھی

سودا تری فریاد سے آنکھوں میں کٹی رات — آئی ہے سحر ہونے کو ٹک تو کہیں مر بھی

حسرت

جگر سوزاں ہے دل بیتاب اور چشم گریاں ہے — الٰہی دن ہے میرے مرگ کا یا شام ہجراں ہے

جو ایسا ہی دل دیوانہ میرا درپے جان ہے — تو پھر اک روز میرا ہاتھ اور یہ ترا گریبان ہے

اگر چشم حقیقت کو ذرا تو کھول کر دیکھے — تو اپنی یعقوب پھر اک سرمیں یا کنعان ہے

بھلا پھر کس سے الفت کیجیے اور کسکو دل دیجیے
جسے ہم دوست سمجھے تھے وہ اپنا دشمن جاں ہے

برنگ شمع دل جلتا ہے تربت پر مرے سو بھی
چراغ صبح کی مانند کوئی دم کا مہماں ہے

یہ کیسکی نعش جاتی ہے کہ جسکے ساتھہ ہے گرد ون
غم و درد و الم فریاد و افغاں نوحہ خواں ہے

قطعہ

گئے ہم اتفاقاً رات حسرت کے مزار اوپر
جو دیکھا تو بشدت آتش سوزاں فروزاں ہے

تعجب ہمکو آیا کہولکر دیکھا جو مرقد کو
نہ جسم و پوست باقی ہے نہ نام استخواں ہے

مگر اک راکھہ کا تودہ پڑا ہے اور اوسمین سے
ہوا پے شعلے اوٹھتے ہیں اور اک اخگر سا پنہاں ہے

جرأت

کوئی یاں اوسکو لے آؤ بلا کے
بہانے سے کسی اور آشنا کے

ہزار افسوس کیوں اے زندگانی
چلی یوں خاک میں ہمکو ملا کے

بتاں تیغ تغافل سے نہ مارو
کہ ہیں ہم آگے ہی مارے خدا کے

کرے ہے کس مزے سے دلکی چوری
وہ اوسکا دیکھنا نظریں چرا کے

نگاہ یار ہے یوں جانب دل
نشانہ کو کوئی جیسے کہ تاکے

گیا وہ درد پہلو سے کہ جسکو
کبھی روتے تھے ٹک چھاتی لگا کے

چلی موہنہ موڑ کر کیوں اے جوانی
ہمیں یہ دولے اپنی دکھا کے

غضب ہے لیتی ہی آغوش میں کے
وہ اوسکا سانس لینا کسمسا کے

چلو بخشو گنہ بندے کا صاحب
بٹھا لو اپنی محفل میں بلا کے

اوٹھا کر آنکھہ گر دیکھوں بحسرت
تو مجھکو مارو گردن ہلا کے

بتوں کے غم میں دی یوں جان جرأت
کیا کیا تو نے اے بندے خدا کے

مصحفی

ہے اوس صف مژگاں سے مقابل کئی دن
پھر جان پہ کھیلا ہے مرا دل کئی دن

پھر وحشت دل سلسلہ جنباں سفر ہے
پھر سر پہ چڑہی رہتی ہے منزل کئی دن

اللہ کرے خیر چڑہائی ہوئے تیوری
بگڑا ہوا پھرتا ہے وہ قاتل کئی دن

حیرت ہے یہاں شمع ہے وہاں بھی نہ نکلنے
پروانے ہیں بیچ میں حائل کئی دن سے

اوس در پہ کوئی جائے تو کیا خاک خوشی لے
بھر دی ہے وہاں دشمن ہی کہگل کئی دن سے

ناخن کو ہے کیا فکر دل آزاری مجنون
خالی لیے پھرتا ہے جو محمل کئی دن سے

ناخن کے خراشوں نے تراشے ہیں گل ایسے
سینہ ہے مرا سیر کے قابل کئی دن سے

کوتاہی مد نظر شوق سے سارا
اب پھر نظر آتا نہیں ساحل کئی دن سے

دیکھا ہو کسی نے تو کوئی اوسکو بتاؤ
روپوش ہوا ہے مرا قاتل کئی دن سے

اے مصحفی وہ دن نگہ یاس تو وہ بولا
آیا نہیں در پر مرا سائل کئی دن سے

انشا

ٹک آنکھ ملاتے ہی کیا کام ہمارا
تس پر یہ غضب پوچھتے ہو نام ہمارا

تم نے تو نہیں خیر یہ فرمائیے بارے
پھر کن نے لیا راحت و آرام ہمارا

ہنسنے جو کہا آئیے مجھ پاس تو بولے
کیوں کسلیے کس واسطے کیا کام ہمارا

رکھتے ہیں کہیں پاؤں تو پڑتا ہے کہیں اور
ساقی تو ذرا ہاتھ تو لے تھام ہمارا

ٹک دیکھ ادھر غور کر انصاف یہ ہے واہ
ہو جرم و گنہ غیر سے اور نام ہمارا

اے باد سحر محفل احباب میں کہیو
دیکھا ہے جو کچھ حال تہ دام ہمارا

سرگشتگی راہ شوق میں اے عشق
پڑتا ہے نئے وضع سے ہر گام ہمارا

اے برہمن دیر محبت میں صنم کے
اللہ ہی باقی رکھے اسلام ہمارا

ہم کوچہ دلدار کے ہوتے ہیں تصدق
اے شیخ حرم سے ہے ہی احرام ہمارا

بیتابی دل کی سبب اس شوخ تک انشا
پہنچے ہے بلا واسطہ پیغام ہمارا

حسن

غیر کو تم نہ آنکھ بھر دیکھو
کیا غضب کرتے ہو ادھر دیکھو

خاک میں مت ملاؤ دل کو مرے
جی میں سمجھو ٹک اپنا گھر دیکھو

دیکھنا زلف و رخ تمہیں ہر وقت
شام دیکھو نہ تم سحر دیکھو

گل ہوئے جاتے ہیں چراغ کی طرح
ہم کو ٹک جلد آن کر دیکھو

آپ پر اپنا اختیار نہین
جبر ہے ہم کسقدر دیکھو

رام پاؤن مین تو وہ ہو نہ سکا
نقش و افسون ہی کوئی کر دیکھو

سخت دلکو نہ سمجہو مژگان پر
عاشقی کا ہے یہ ثمر دیکھو

دم ہے آنکہون مین اپنا مثل حباب
ہم تمہین کرتے ہین خبر دیکھو

وصل ہوتا نہین بہلا کبہو مگر
اپنی ہستی سے تو گذر دیکھو

دیکہتے ہی نہین تو کیا ہے کبہی
کہیے تب حال کچہہ اگر دیکھو

ڈہلتے ہو تم بنان او دہر کیسے
آج کل جہکے ہا نہ زر دیکھو

عشق بازی سے باز او حسن
چہوڑو اپنا یہہ ہنر دیکھو

تضمین

مین ہی تہا جو دلکو رہا تہام اب تلک
غم کر چکا تہا ورنہ مرا کام اب تلک

ہم چشمی اوسکی چشم سے جو کی تہی اس لیے
ہم پہوڑتے ہین دیدہ یا دام اب تلک

ہے یاد اوسکے دلمین ہماری کہنے آہ
بہولے سے بہی لیا نہ کبہی نام اب تلک

یہان جہپٹے آنکھین لگ گئیں اور وہان وہ باہر
آیا نہ حیف تا بہ لب جام اب تلک

مرکر بہی ہمنے اس دلِ مضطر کے ہاتہہ سے
پایا نہ زیر خاک کچہہ آرام اب تلک

آسا گیا شتاب ترے انتظار مین
پڑہتا ہے یہان دعا ہی قدح جام اب تلک

سرگشتہ گو ہون صورت پرکار کبہو
باہر رکہا نہ گہر سے کوئی گام اب تلک

صیاد ہین وہ صید ہون جسکے طائر
صد چشم مہر سے نگران دام اب تلک

جون گرد باد خاک ہین یہان فراق مین
دامن کشان ہے گردش ایام اب تلک

کہاکہاکے داغ سرو چراغان مین بنگیا
ہرگز ملا نہ پہر وہ گل اندام اب تلک

ظاہر مین اوسکے گو ہے رکاوٹ اپی نصیر
جاری ہے رسم نامہ پیغام اب تلک

اور اوہین دنون مین الفاظ لاطینی مثل کپتان وغیرہ و الفاظ پرتگیزی مثل نیلام وکمرا و پاو لیعنی نان پاو وغیرہ و الفاظ فرانسیسی مثل قرامین وغیرہ و الفاظ انگریزی مثل بکسی وگلاس و کاگ وغیرہ بہی زبان اردو مین داخل ہوگئے آخر

جب زمانہ حکیم محمد مومن خان مومن و شیخ محمد ابراہیم ذوق و میرزا اسد اللہ خان غالب و شیخ امام بخش ناسخ و خواجہ حیدر علی آتش کا آیا ان لوگون نے زبان اردو کے روزمرہ کو خوب صاف کیا اور کلام کو فصاحت و بلاغت سے بھر دیا اور کنکین اور پیکا وغیرہ بہت سے الفاظ کو استعمال سے خارج کرکے اس زبان کا رتبہ ایسا بڑھا دیا کہ اشعار اردو کو اشعار فارسی کے ہم پہلو کرکے دکھا دیا لیکن اس عہد مین دہلی اور لکھنؤ کی زبان مین بڑا فرق ہوگیا یعنی شعرائے دہلی کے بہت سے ترک کردہ لفظ و ترکیب کو شعرائے لکھنؤ نے جائز رکھا اور بہت سے لفظ و ترکیب کو جو شعرائے دہلی کے نزدیک درست تھے شعرائے لکھنؤ نے ترک کر دیا تفصیل اسکی باعث طول کلام ہے لیکن ہیچمیرز کو اوائل فکر سخن سے اس امر کا خیال تھا کہ دہلی یا لکھنؤ کی زبان مین جو بات اچھی معلوم ہو وہ اسکو اخذ کرون اور جو بات بری معلوم ہو اسکو ترک کرون چنانچہ ویسا ہی کیا

مومن

وہ جو ہم مین تم مین قرار تھا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو
وہی یعنی وعدہ نباہ کا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ جو لطف مجھپہ تھے پیشتر وہ کرم کہ تھا مرے حال پر
مجھے سب ہے یاد ذرا ذرا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ نئے گلے وہ شکایتین وہ مزے مزے کی حکایتین
وہ ہر ایک بات پہ روٹھنا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی بیٹھے سب مین جو روبرو تو اشارتون ہی سے گفتگو
وہ بیان شوق کا برملا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ہوئے اتفاق سے گر بہم تو وفا جتانے کو دمبدم
گلہ ملامت اقربا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کوئی بات ایسی اگر ہوئی کہ تمہارے جی کو بری لگی
تو بیان سے پہلے ہی بھولنا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کبھی ہم مین تم مین بھی چاہ تھی کبھی ہم سے تم سے بھی راہ تھی
کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

سنو ذکر ہے کئی سال کا کہ کیا اک آپ نے وعدہ تھا
سو نباہنے کا تو ذکر کیا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

کہا مین نے بات وہ کوٹھے کی مرے دل سے صاف اتر گئی
تو کہا کہ جانے مری بلا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

وہ بگڑنا وصل کی رات کا وہ نہ ماننا کسی بات کا
وہ نہین نہین کی ہر آن ادا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

جسے آپ کہتے تھے آشنا جسے آپ کہتے تھے باوفا
مین وہی ہون مومن مبتلا تمہین یاد ہو کہ نہ یاد ہو

ذوق

ابر تر آنسو بہانا کوئی ہمسے سیکھ جائے
برق مضطر تلملانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیر و پیکان چلنے سے دل مین انکے نکال
اپنے ہاتھون گھر لٹانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

دیکھکر قاتل کو بدلائے خراش دل مین خون
سچ تو یون ہے مسکرانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

خط مین لکھوا کر انہین بھیجا تو مطلع درد کا
درد دل اپنا جتانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

تیغ تو اچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ سے
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جب کہا مرتا ہون وہ بولے مرا سر کاٹ کر
جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

وہان سے لے ابرو یہان گردن پہ پھیری ہمنے تیغ
بات کا ایما ہی پانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

سنکے آمد اونکی از خود رفتہ ہو جاتے ہین ہم
پیشوا لینے کو جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

ہمنے پہلی ہی کہا تھا تو کریگا ہمکو قتل
تیور ونکتا جانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

جو سکھایا اپنی قسمت نے وگر نہ اسکو غیر
کیا سکھائیگا سکھانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

کیا ہوا اے ذوق ہین جون مردمک ہم روسیاہ
لیکن آنکھون مین سمانا کوئی ہمسے سیکھ جائے

غالب

نکتہ چین ہے غم دل اوسکو سنائے نہ بنے
کیا بنے بات جہان بات بنائے نہ بنے

مین بلاتا تو ہون اوسکو مگر اے جذبۂ دل
اوس پہ بنجائے کچھ ایسی کہ بن آئے نہ بنے

کھیل سمجھا ہے کہین چھوڑ نہ دے بھول نہ جائے
کاش یون بھی ہو کہ بن میرے ستائے نہ بنے

غیر پھرتا ہے لئے یون ترے خط کو کہ اگر
کوئی پوچھے کہ یہ کیا ہے تو چھپائے نہ بنے

اس نزاکت کا برا ہو وہ بھلے ہین تو کیا
ہاتھ آوین تو انہین ہاتھ لگائے نہ بنے

کہہ سکے کون کہ یہ جلوہ گری کسکی ہے
پردہ چھوڑا ہے وہ اوسنے کہ اٹھائے نہ بنے

موت کی راہ نہ دیکھون کہ بن آئے نہ رہے
تمکو چاہون کہ نہ آؤ تو بلائے نہ بنے

بوجھ وہ سر سے گرا ہے کہ اوٹھائے نہ اٹھے
کام وہ آن پڑا ہے کہ بنائے نہ بنے

عشق پر زور نہین ہے یہ وہ آتش غالب
کہ لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

گالی مجھے جو دی تو جلی غیر رشک سے | اوس بت کی دشمنی بھی محبت سے کم نہین
ہوتا ہون قتل لطف و عنایات یار سے | ہین زیر بار منت تیغ ستم نہین
کٹتے ہین غیر حال مرا دیکھ دیکھکر | تیغ جفا سے تیرے وفا یار کم نہین
کہتا ہے مجھکو قتل ترا وعدۂ وصال | ومباز تیغ تیز سے کم تیرا دم نہین
آسان بہر اہل دل ہے جہان کی سیر | کم خط جام سے کبھی نقش قدم نہین
اوس بت کی ہجر مین جو ٹپکتے ہین اشک صاف | سنگ چکان سے کم مرے چشمان نم نہین
حل ہو گیا ہے مسئلہ جبر و اختیار | ہین قید زلف یار اوسے میر اشتم نہین

نساخ ہے جو طائر مضمون کی فکر مین
شہباز تیز پر ہے ہمارا قلم نہین

خاتمۃ الطبع

جان آفرین خدای را سپاس کہ رسالۂ نادرہ اعجوبہ بیان تحقیق حقایق اردو زبان موسوم بہ زبان ریختہ تصنیف لطیف سحر پرور جادو نگار جناب مولوی عبد الغفور خان بہادر نساخ سلمہ الغفار در مطبع نامی جناب معلی القاب منشی نول کشور در لکھنو بماہ جون [illegible] مطابق جمادی الاول [illegible] ہجری [illegible] زیور تمامی در بر کشیدہ سرمہ کش ارباب بصر گردید